مجھے جاننے کا حق ہے کہ میری حکومت میرے پیسوں سے میرے لئے کیا کر رہی ہے۔

اکنامک لٹریسی
معاشی حقوق

- سرکاری ٹیکس
- انکم ٹیکس
- زرعی انکم ٹیکس
- سیلز ٹیکس
- پراپرٹی ٹیکس
- کسٹم ڈیوٹی
- کیپٹل گین
- کورٹ فیس
- انٹرٹینمنٹ ٹیکس
- مارکیٹ ٹیکس
- زکواۃ
- عشر

- بھتہ
- تاوان
- ٹینکر مافیا
- رشوت / بخشیش
- جبری چندہ
- فون کا بل
- بجلی کا بل
- گیس کا بل
- پیٹرول کا بل
- روزمرہ استعمال کی اشیاء پر سیلز ٹیکس
- ٹال ٹیکس
- بچے کی فیس پر ایڈوانس ٹیکس
- مختلف خدمات کی فیس

پاکستانی ٹیکس گذاروں کے مطالبات

Centre for Civic Education Pakistan
سینٹر برائے سوک ایجوکیشن پاکستان

اچھی زندگی 20 کروڑ پاکستانیوں کا حق ہے۔

20 کروڑ پاکستانی قدم قدم پر ٹیکسوں کے ایسے نظام میں جکڑے ہیں جو انکی محدود آمدن پر ظالمانہ ڈاکہ ہیں۔اس کے برعکس محدود سا طبقہء اشرافیہ نہ صرف ٹیکس دینے سے گریزاں ہے بلکہ عوام کے خون پسینے کی کمائی اور مستقبل کی نسلوں کو گروی رکھ کر لئے جانے والے غیر ملکی وملکی قرضوں پر موج مستی کرتا ہے ویسے تو اتنی بڑی آبادی کا فقط ایک دو فیصد ہی انکم ٹیکس ادا کرتا ہے اوران میں بھی زیادہ تعداد ملازمت پیشہ عام پاکستانیوں کی ہے۔لیکن یہ کہانی کا صرف ایک پہلو ہے۔اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ ہر پاکستانی روزمرہ استعمال اور کھانے پینے کی اکثر اشیاء کی خریداری پر سیلز ٹیکس ادا کرتا ہے۔اسطرح یہ ٹیکس خطِ غربت سے نیچے رہنے والے بھی ادا کرتے ہیں۔علاوہ ازیں ڈھیروں ٹیکس بجلی،گیس اور ٹیلی فون کے بلوں اور پٹرول کی قیمت میں چھپے ہیں۔اتنا کچھ ادا کر کے عام آدمی کو ریٹرن میں کیا ملتا ہے؟اس سوال کی طرف کبھی توجہ نہیں دی گئی۔پاکستان میں تعلیم کا نجی شعبہ چالیس سے پچتالیس فیصد ہو چکا،صحت کے شعبہ میں اٹھانوے فیصد اخراجات لوگ گھر کے گنگن،بالیاں بیچ کر یا قرض اٹھا کر اپنی جیب سے ادا کرتے ہیں،شہروں کی کچرا اٹھانے کی سکت چالیس فیصد اور اسے محفوظ انداز میں ٹھکانے لگانے کی صلاحیت اس سے بھی کم ہے۔60 فیصد آبادی کو پناہ دینے والے دیہات تو اس حوالے سے کسی قطار وشمار میں بھی نہیں آتے۔پینے کا صاف پانی خواب بنتا جا رہا ہے۔شہروں میں مقامی حکومت کی بجائے یہ کام ٹینکر مافیا کے ہاتھ آ چکا ہے اور ملک معیاری وغیر معیاری منرل واٹر کی منافع بخش مارکیٹ بن چکا ہے۔شہریوں کے ٹیکسوں سے بننے والے پبلک پارک میں داخلہ کی فیس بھی پبلک سے ہی وصول کی جاتی ہے عوام کی دشواریوں کی یہ فہرست بہت طویل ہے۔لیکن اس کا انتہائی المناک پہلو یہ ہے کہ ریاست اور اس کے ادارے شہریوں کو تحفظ دینے سے بھی ناکام ہو رہے ہیں۔محلّہ دار مل کر چندا اکٹھا کر کے گلی گلی سیکیورٹی گارڈ رکھ رہے ہیں۔شرمناک بات یہ ہے کہ قومی اسمبلی نے اسلام آباد اور تمام صوبائی اسمبلیوں نے اپنے اپنے صوبے کیلئے دوکان اور کاروبار کی حفاظت کیلئے سیکیورٹی گارڈ رکھنے کی شرط باقاعدہ قانون بنا کر عائد کر رکھی ہے۔اگر جان و مال کا تحفظ اور صحت،تعلیم،پینے کے صاف پانی ایسی بنیادی خدمات ہر شہری نے مارکیٹ اور مافیاؤں سے ہی خریدنی ہیں تو حکومت کس کام کی؟عام آدمی کی جیب تو کنزیومرازم کی بے ہنگم صورتحال میں سکڑ رہی ہے اور ہر شخص پریشانیوں میں مبتلا ہو کر ذہنی مریض بن رہا ہے جبکہ دوسری طرف طبقہء اشرافیہ کیلئے چند سالوں بعد اپنے کالے دھن کو سفید کرنے کے قانونی مواقع فراہم کئے جاتے ہیں۔زخموں پر نمک پاشی کا یہ طریق کار حکومت پر عوام کا اعتماد کم کر رہا ہے۔آج شہریوں سے اُن کی کمائی چھیننے والوں میں اغواء برائے تاوان،بھتہ مافیا اور نا جانے کتنے ہی اور اسی قبیلے کے مجرم شامل ہو چکے ہیں۔

اتنی بڑی آبادی اور بغیر کسی منصوبہ بندی کے پھیلتے شہروں کو اتنے غافلانہ انداز میں زیادہ دیر تک نہیں چلایا جا سکتا۔اکثر گمان ہوتا ہے کہ کچھ افراد اور مجموعی طور پر سماج تھوڑا بہت آگے نکل چکا ہے جبکہ حکومت کی بوسیدہ سوچ اور زمینی حقائق سے بے نیاز طرزِ حکمرانی بہت پیچھے رہ گئے ہیں۔اور پاکستانی سماج دھیرے دھیرے مافیاؤں کی گرفت میں جا رہا ہے۔ایسے میں عوام تو یقیناً مرکھپ جائیں گے،حکمرانوں کے ذوق ٹھیکیداری اور شوق تھانیداری کیلئے صرف زندہ لاشیں اور قبرستان رہ جائیں گے۔

ہمارے خیال میں شہریوں کی آزادی کے پرندے کے دو پر ہوتے ہیں،سیاسی اور معاشی۔متوازن پرواز کیلئے دونوں پروں پر یکساں توجہ ضروری ہے۔زندگی کی سماجی،ثقافتی،فکری،تعلیمی خوبصورتیاں اس متوازن پرواز سے ممکن ہیں۔جون میں ہم پر معاشی ترقی کے جھوٹے سچے اعداد وشمار کی بارش ہوگی،دعوؤں اور وعدوں کی فرضی فصل بھی کاشت ہوتی نظر آئے گی۔پاکستان وسائل کے اعتبار سے غریب ملک نہیں،سوال عوام کے حق میں قومی ترجیحات کا ہے۔طبقہء اشرافیہ سے تعلق رکھنے

والے پریشر گروپ تو اپنی باتیں شاید منوا بھی چکے ہوں مگر عوام کی آواز بہت کمزور اور نحیف ہے۔ حکومتی سطح پر کوئی ایسا طریقِ کار موجود نہیں جہاں عام آدمی اپنی بات کر سکے۔ بجٹ سازی اور پالیسی بنانے کا عمل سرکاری دفاتر میں ہوتا ہے اور یہاں منتخب عوامی نمائندوں کی پہنچ بھی افسروں کی بریفنگ سننے تک محدود ہے اگرچہ قومی اقتصادی کونسل کے اجلاس آئینی تقاضا ہیں مگر آدھے دن میں صوبے اور وفاق کتنا کچھ ڈسکس کر سکتے ہیں لہٰذا یہ عمل بھی نمائشی ہے۔ ملک کی معتبر سیاسی جماعتوں کو مل بیٹھ کر میثاق معیشت بنانا چاہیے اور ان میں مقابلہ اور مسابقت اچھی، شفاف اور جوابدہ گورننس کا ہونا چاہیے۔

ایسی صورتحال میں ہم حکومت اور عوامی نمائندوں کے سامنے چند گذارشات رکھنا چاہتے ہیں۔

☆ ٹیکس آمدن کا وافر حصہ صحت، پینے کے صاف پانی، تعلیم، ماحول اور شہریوں کے تحفظ پر خرچ کیا جائے۔ اس مقصد کیلئے وفاقی اور صوبائی بجٹ سازی کے عمل کو آئین میں درج پالیسی کے راہنما اصولوں کے مطابق بنایا جائے نیز سماجی خدمات کے شعبہ کو پرائیویٹ سیکٹر کے اندھے منافع سے بچانے کیلئے ضروری ہے کہ حکومت اس اہم شعبہ کو بین الاقوامی خیرات، امداد اور قرضوں کے رحم و کرم پر چھوڑنے کی بجائے اسے مستقبل میں سودمند سرمایہ کاری تصور کرتے ہوئے ملکی وسائل سے خطیر رقم فراہم کرے۔ اس حوالے سے تمام سیاسی جماعتیں ''عوامی خدمات کے چارٹر'' بنا کر اپنا اپنا ویژن واضح کریں۔

☆ کھانے پینے کی تمام اشیاء پر سیلز ٹیکس کو اُمراء کے ہوٹلوں اور شاپنگ مال تک محدود کیا جائے۔ غریب اور متوسط طبقات پر اس ٹیکس کا کسی صورت اطلاق نہیں ہونا چاہیے۔ پاکستان میں فوڈ سیکیورٹی کیلئے منڈی اور مارکیٹ میں کسانوں کے معاشی استحصال کا خاتمہ بھی ضروری ہے۔

☆ آئین میں درج بنیادی حقوق پر عمل درآمد کیلئے وسائل ترجیحی بنیادوں پر فراہم کئے جائیں تاکہ اس حوالے سے ادارے فعال اور پالیسیوں پر عمل ہو سکے۔ اس حوالے سے قومی کمیشن برائے انسانی حقوق اور معلومات تک رسائی کے قوانین پر عملدرآمد کیلئے خاطر خواہ وسائل رکھے جائیں۔

☆ ٹیکس اکٹھا کرنے کے نظام کو سہل اور شفاف بنایا جائے۔ ای۔ فائلنگ کا نظام اچھی بات ہے مگر آج ایماندار ٹیکس گذاروں کو اچھی خاصی رقم انکم ٹیکس مشیران کو دینا پڑتی ہے۔ عوام کو ہر بینک میں ٹیکس جمع کرانے کا حق دیا جائے کیونکہ فی الوقت ٹیکس چالان صرف اسٹیٹ بینک آف پاکستان اور نیشنل بینک آف پاکستان میں ہی جمع ہوتے ہیں۔ اور براہ راست کولیکشن کیلئے ای۔ بینکنگ سے منسلک ہونا لازمی ہے۔ اکثر اوقات بینکوں میں ٹیکس جمع کرانے کیلئے عملہ کو سفارش کرانا پڑتی ہے۔ اور الیکٹرانک نظام کی لوڈشیڈنگ کے عہد میں اپنی دشواریاں ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اگر وفاق اور صوبوں کے وزرائے خزانہ اور فیڈرل بورڈ آف ریونیو اور صوبائی ٹیکس اتھارٹیز کے سربراہوں کو فقط ایک بار اپنا اپنا ٹیکس بغیر کسی پروٹوکول کے خود جمع کرانا پڑے تو وہ اس بوسیدہ نظام کو بدل دیں گے۔ نیز اگر انہیں ایک بار ٹیکس گوشوارے بھی خود جمع کرانا پڑ جائیں تو وہ توبہ توبہ کر اُٹھیں گے۔ ٹیکس اکھٹے کرنے والے وفاقی اور صوبائی اداروں میں بہتر رابطہ ضروری ہے تاکہ عوام ڈبل ٹیکس سے بچ جائیں۔ اس حوالے سے خصوصی آگہی مہموں کی بھی ضرورت ہے۔

☆ پاکستان میں خواتین کی معاشی صورتحال اور انہیں دستیاب کام کرنے کے مواقع کم ہونے کی وجہ سے ٹیکس سلیب میں رعایت دی گئی تھی جسے بعدازاں ختم کر دیا گیا۔ خواتین کیلئے مراعات کی ایسی اسکیم انکی معیشت کے پیداواری عمل میں شمولیت کی ترغیب دے گی۔ ساٹھ سال سے زائد عمر میں کام کرنے والوں کیلئے ٹیکس مراعات کی خصوصی سلیب متعارف کرائی جائے۔

☆ ملک میں نالج اکانومی کے فروغ کیلئے ماہرین تعلیم اور ریسرچروں کو خصوصی ٹیکس مراعات دی جائیں نیز بچوں کی تعلیم و تربیت اور صحت مند پرورش پر اٹھنے والے اخراجات کو مدِنظر رکھ کر متعلقہ خاندان کو ٹیکس میں مراعات دی جائیں۔

☆ انکم ٹیکس میں چھوٹ کی موجودہ سلیب جو کہ چار لاکھ روپے سالانہ ہے کو بڑھا کر کم از کم چھ لاکھ کیا جائے تاکہ محنت کش طبقات افراطِ زر کے زمانے میں اپنی محدود آمدن سے محروم نہ ہوں۔ ہم نے دیکھا ہے کہ زرعی انکم ٹیکس جو کہ صوبائی معاملہ ہے اس میں ٹیکس کی چھوٹ کی سلیب فقط ایک لاکھ روپے ہے۔ ہمارا دیہی سماج زیادہ تر غریب ہے اس تفاوت پر فوری نظرثانی کی ضرورت ہے۔

☆ طبقہ اشرافیہ کیلئے ٹیکس چوری اور کالے دھن کو سفید کرنے والی اسکیموں پر مکمل پابندی ہونی چاہیے۔ نیز معیشت کی دستاویز بندی کر کے بلیک مارکیٹ، سمگلنگ اور کالے دن کے سماج پر راج کا کلچر ختم کیا جائے۔ اسٹیچوٹری ریگولیٹری آرڈر (ایس آر او) کے کلچر کا خاتمہ کیا جائے اور ٹیکس ریفنڈ کے نظام کو شفاف بنایا جائے۔

☆ اراکین پارلیمنٹ/اسمبلی کے ترقیاتی فنڈز کا کلچر ختم کر کے ہر ضلع کیلئے ترقی کا 20 سالہ جامع پلان بنایا جائے جو اسکی بڑھتی ہوئی آبادی اور معیشت کی سمت

اور بنیادوں کو پیشِ نظر رکھے۔ تاکہ مقامی سطح پر روزگار کے مواقع پیدا ہوں۔ یہ منصوبہ منتخب مقامی حکومتوں کو بنانا چاہیے لیکن ہمیں دکھ ہے کہ گزشتہ چھ سالوں سے باوجود واضح آئینی حکم اور اعلیٰ عدالتوں سے بارہا فیصلوں کے عوام مقامی حکومت کے حق سے محروم ہیں۔ یہ جمہوریت کے اس زریں اصول کی صریحاً نفی ہے کہ ٹیکس حق نمائندگی سے مشروط ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ ملک بھر کو قدرتی وسائل فراہم کرنے والے اکثر اضلاع کے اپنی ترقی خصوصاً انسانی ترقی کے اشاریئے شرمناک ہیں۔

وفاق اور صوبوں میں وسائل کی منصفانہ تقسیم لازمی ہے

☆ ساتویں قومی مالیاتی کمیشن کے وسائل کی تقسیم کے ملٹی فیکٹر فارمولے کو مدِ نظر رکھ کر صوبائی فنانس کمیشن اضلاع کو وسائل فراہم کریں تاکہ متوازن ترقی کا خواب پورا ہو نیز مزید وسائل کو گزشتہ سال دیئے ترقیاتی فنڈز کے موثر استعمال سے مشروط کیا جائے۔ اسی طرح بلاک ایلوکیشن کے کلچر کا خاتمہ کیا جائے اور بجٹ میں سپلیمنٹری گرانٹس کے نام پر میگا پراجیکٹس کیلئے ردوبدل پر مکمل پابندی ہونی چاہیے۔ 2008 سے التواء کا شکار مردم شماری کرائی جائے تاکہ قوم کی معاشی دولت اور وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو سکے۔

☆ صوبوں کا اپنے وسائل پر حق تسلیم کیا جائے اور آٹھویں قومی مالیاتی کمیشن پر ڈائیلاگ کیا جائے جس کا آئینی طور پر اطلاق یکم جولائی 2015ء سے ہونا ہے اور سوشل سیکٹر صوبائی ذمہ داری بن جانے کے بعد صوبوں کو مزید وسائل درکار ہونگے۔ اٹھارویں آئینی ترمیم نے صوبوں کو بین الاقوامی سطح پر قرض لینے کا حق دیا تھا لیکن قومی اقتصادی کونسل نے اس ضمن میں ابھی تک فارمولا طے نہیں کیا اور چھوٹے صوبے پریشان ہیں کہ ترقی کا سارا فوکس فقط پنجاب پر کیوں ہے۔ یہ بات وفاقِ پاکستان کے مستقبل کیلئے اچھی نہیں اس ضمن میں فوری پیش رفت کی ضرورت ہے۔

☆ صوبے بھی اپنے ٹیکسوں کے نظام اور دائرہ کار کو بہتر بنائیں تاکہ انکے پاس زیادہ سے زیادہ اپنے وسائل ہوں، اور وہ اپنے لوگوں کی بہتر خدمت کر سکیں۔

☆ نمائشی پراجیکٹس اور ڈونرز کی پیوند کاری کی بجائے پاکستان کے ہر صوبے اور ہر ضلع میں مستقبل کی ضرورتوں کو مدِ نظر رکھ کر جامع منصوبہ بندی کی ضرورت ہے۔ ویژن 2025ء خوش آئند ہے لیکن معاشی منصوبہ بندی میں صوبوں کی شمولیت لازمی ہے ورنہ ایک نئی قسم کا احساسِ محرومی جنم لے گا۔

☆ ایسے تمام خصوصی فنڈز جن میں اس شعبہ سے متعلق افراد اور ادارے اپنا اپنا حصہ ڈالتے ہیں انہیں صرف اور صرف انہی مقاصد کے حصول کیلئے خرچ کیا جائے جس مقصد کیلئے انہیں اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں ورکرز ویلفیئر فنڈ، اولڈ ایج ایمپلائز بینی فٹ، یونیورسل ایکس فنڈ اور ٹریڈ ڈویلپمنٹ فنڈ کے دانشمندانہ استعمال سے مزدوروں کی فلاح، ٹیلی کام انفرااسٹرکچر اور تجارت کے فروغ ایسے مقاصد با آسانی حاصل ہو سکتے ہیں۔

☆ سب سے بڑھ کر شہریوں کے جاننے کے آئینی حق کو بروئے کار لاتے ہوئے انہیں بتایا جائے کہ سرکار کے ہاتھوں انکے پیسے، انکی بہتری کیلئے کہاں اور کیسے خرچ ہو رہے ہیں۔

ہمیں اُمید ہے کہ ان اقدامات سے پاکستان کا ہر شہر ترقی کرے گا اور ہر شہری خوشحال اور مطمئن ہوگا۔ عوام کو معاشی حقوق ملیں گے اور صوبے مالی طور پر مستحکم ہوں گے۔ اس سے نہ صرف پاکستانی سماج میں معاشی ناہمواریوں میں کمی ہوگی بلکہ جوابدہی اور ایک دوسرے کی بات سننے کے کلچر سے عوام کا جمہوریت اور جمہوری حکومتوں پر اعتماد بڑھے گا۔

سینٹر برائے سوک ایجوکیشن پاکستان